

کاروائی اجتماعات جماعت اسلامی

۱۳۶۶
۱۹۴۶ء

از قلم جماعت اسلامی

جنوری ۱۹۴۶ء میں اعلان کیا گیا تھا کہ اس سال جماعت اسلامی کا اجتماع عام پٹنہ صوبہ بہار میں منعقد ہوگا، نیز جنوبی اور وسط ہند کے حلقہ وار اجتماعات، اجتماع عام کے بعد متلاحظ منعقد کئے جائیں گے اور صرف شمال مغربی ہند کا حلقہ وار اجتماع اکتوبر تک ملتوی رہے گا۔ پٹنہ کے اجتماع عام کے لیے ۲۴، ۲۵، ۲۶ اپریل ۱۹۴۶ء کی تاریخیں بھی مقرر کر دی گئی تھیں۔ مگر اس کے بعد پنجاب، صوبہ سرحد اور بنارس میں فسادات کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کی وجہ سے شمالی ہندوستان کے بیشتر رقبے میں اتہرنا پھیل گئی، ذرائع آمد و رفت بیشتر منقطع اور بقیہ پر خط اور غیر محفوظ ہو گئے اور جہاں فساد بالفعل واقع ہو وہاں کے حالات بھی پرسکون و پر امن نہ رہے۔ اس لیے امیر جماعت نے مقامی ارکان شوریٰ اور دوسرے مقامی ارکان جماعت کے مشورے سے فیصلہ کیا کہ پٹنہ صوبہ بہار کا اجتماع عام منسوخ کر دیا جائے اور اس کے بجائے ہندوستان کے چاروں حلقوں کے الگ الگ سالانہ حلقہ وار اجتماعات اپریل اور مئی ۱۹۴۶ء میں کر لیے جائیں۔ چنانچہ اس اعلان کے مطابق ہر حلقے کے الگ الگ اجتماعات منعقد کیے گئے اور ان کی مفصل کارروائی درج ذیل ہے۔

حلقہ مغربی و وسط ہند بمقام ٹونک تیارخ ۱۴ اپریل ۱۹۴۶ء

حلقہ مغربی و وسط ہند (راجپوتانہ، سی۔ پی، برار، بمبئی اور رهاست) کے وسط ہند کا اجتماع ٹونک

میں ۱۱ اپریل شنبہ کو منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں مرکز سے امیر جماعت اور قیم جماعت شریک ہوئے۔ شرعی، تعلیمی، جنگاؤں، دوراجی، جوناگرہ، گودہرا، جامنیر، اکوڑ، مینا، جھانسی، اندور، بھوپال، انور، گوالیار، بیتول، جبل پور، ٹونک، سردنچ، نیماڑ، جے پور، سوانی، مادھوپور اور اجیر سے ارکان اور ہمدرد حضرات سوا سو سے زائد تعداد میں تشریف لائے۔ اجتماع کی مفصل کارروائی درج ذیل ہے:-

۱۱ اپریل بروز پینشنبہ | اس روز تین اجلاس ہوئے۔ پہلا اجلاس صبح ۱۰ بجے سے ۱۱ بجے دوپہر تک، دوسرا اجلاس بعد نماز ظہر سے نماز عصر تک اور تیسرا اجلاس عصر سے مغرب تک۔ یہ تینوں اجلاس خاص اجلاس تھے اس لیے اجتماع گاہ کے بجائے قیام گاہ کے ہال میں منعقد کیے گئے۔ ان تینوں اجلاسوں میں امیر جماعت نے ہر مقام کے ارکان اور ہمدردوں سے مقام وار ملاقات کی۔ ان سے مقامی حالات بتفصیل معلوم کیے اور ہر مقام کے مناسب حال آئندہ کام کے لیے ہدایات دیں۔ امیر جماعت کی ان ہدایات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

- ۱۔ حلقہ راجپوتانہ، اسی پٹی، ریاست ہائے وسط ہند اور برار کے ارکان کے ریاست حیدرآباد کے قیم کے حلقے میں شامل کر دیا جائے اور بقیہ حلقے کے مندرجہ ذیل پانچ ڈویژن بنا دیے جائیں:
- (۱) ٹونک ڈویژن جس میں ٹونک، سوانی، مادھوپور، جے پور، انور اور اجیر شامل ہوں گے۔
- (۲) جھانسی ڈویژن جس میں جھانسی، بھوپال، مینا، سردنچ، انارسی اور ہردہ شامل ہوں گے۔
- (۳) اندور ڈویژن جس میں اندور، مہو، رتلام اور اجمین وغیرہ شامل ہوں گے۔
- (۴) جوناگرہ ڈویژن جس میں جوناگرہ، چور، واڈ، دوراجی وغیرہ شامل ہوں گے۔
- (۵) جامنیر ڈویژن جس میں جامنیر، بھوسا، جنگاؤں اور مالگاؤں شامل ہوں گے۔
- ۲۔ ان ڈویژنوں کے ارکان اور ہمدرد حضرات آپس میں گہرا ربط اور تعلق پیدا کرنے کی کوشش کریں، وقتاً فوقتاً آپس میں ملتے اور مراسلت کرتے رہیں اور کم سے کم ہر تین ماہ میں ایک مرتبہ کسی مناسب مقام پر سہ ماہی اجتماعات منعقد کر کے اپنے گزشتہ کام کا جائزہ اور آئندہ منظم کام کے لیے پروگرام بنالیا کریں۔ نیز ایسی صورتیں سوچیں اور تدابیر اختیار کریں جن سے اہم تعاون میں آسانی ہو اور آپس میں

زیادہ سے زیادہ کھیتی پیدا ہو۔

۳۔ اس پورے حلقے (بحر پار) کے انچارج اور قلم جناب محمد یوسف صاحب صدیقی (نزد مسجد غزل، محلہ قافلہ، ٹونک راج) بدستور رہیں گے اور مذکورہ ڈویژنوں میں ڈویژنل اجتماعات کے انچارج علی الترتیب جناب محمد یوسف صاحب صدیقی، جناب افضل حسین صاحب (گورنمنٹ نارمل سکول، جھانسی)، مولانا محمد رفیع صاحب (محلہ لہار پٹن، مکان بر ۳۔ اندر سٹی)، حکیم عبدالواحد صاحب (محلہ ملاواڑ، جونا گڑھ) اور جناب خورشید احمد زبیری صاحب (جامینر ضلع مشرقی، خاندیش) ہوں گے۔ تمام مقامی جماعتیں، حلقہ ہائے ہمدرداں، منفرد ارکان اور ہمدرد اپنی ماہوار رپورٹیں اور ڈویژنوں کے انچارج صاحبان سماہی اجتماعات کی رپورٹیں مرکز میں اپنے حلقے کے قلم جناب محمد یوسف صاحب کو بھیجا کریں۔

۴۔ ہر ڈویژن کے ارکان اور ہمدرد جلدی سے جلدی اپنا پہلا اجتماع منعقد کر کے دو دو تین آدمیوں کے وفد بنالیں اور وہ وفد اپنے گرد و نواح کی بستیوں میں جانا شروع کر دیں۔ حتی الامکان نواحی بستیوں کے ہر پڑے لکھے انسان (مسلم و غیر مسلم) تک اپنا لٹریچر پہنچا دیا جائے اور کوشش کی جائے کہ ہر بستی میں کم سے کم ایک ایک شخص ایسا مل جائے جو اس کا خیر میں ہمارا ساتھ عملاً دینے کے لیے کھڑا ہو جائے۔ اس کام کے لیے روابط پیدا کرنے کا انفرادی طریقہ ہی اختیار کیا جائے۔ اس سے پیدا شدہ روابط کا حکم مستقل ہوتے ہیں۔

ان وفد کے سلسلے میں وقت ہر رکن اور ہمدرد سے لازماً لیا جائے لیکن یہ وقت اتنا اور ایسا ہوتا چاہیے جو وہ بآسانی دے سکیں۔ جو شخص مہینے میں ایک ہی دن دے سکتا ہو اس سے ایک ہی دن پر سردست اکتفا کیا جائے لیکن یہ وقت ہر ماہ باقاعدہ لیا جانا چاہیے۔

۵۔ جہاں جہاں ارکان اور ہمدرد حضرات موجود ہیں ان کو چاہیے کہ اپنے ہاں دارالمطالعہ گشتی

سے یہاں اور دوسرے مقامات پر ہمدرد کا مضافان لوگوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے جو ہمارے کاموں میں علاحدہ لیتے ہیں اور ہمارے مسلک کو اس حد تک قبول کر چکے ہیں کہ قولاً و عملاً جماعت کی صحیح نمائندگی کر سکیں۔

لائسری اور مکتبے کا انتظام کریں تاکہ لٹریچر پھیلانے میں زیادہ سے زیادہ سہولت ہو اور جو لوگ کتابیں خریدنا چاہیں وہ خرید سکیں۔

۶۔ دوسری مسلم اور غیر مسلم جماعتوں سے اختلاف کے معاملہ میں انتہائی احتیاط برتی جائے۔ ان کے کارکنوں میں سے جو جس قدر بھی ہمارے ساتھ چل سکتا ہو اور چلنے کے لیے تیار ہو اسے ضرور ساتھ لیا جائے، مگر اسے اس باب میں بھی کسی غلط فہمی میں نہ رکھا جائے کہ ہمارے اور اس کی جماعت کے مسلک و طریق کار میں اصولاً کیا فرق ہے

۷۔ معاشی مشکلات کو ہمارے ارکان کی راہ میں حائل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ہم اپنے ارکان کو سروسٹ کوئی ایسا پروگرام نہیں دے رہے ہیں جس کے لیے انہیں کوئی زیادہ الگ وقت دینا پڑے۔ اس وقت اپنے ارکان سے ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ وہ جس حال اور جس کام میں بھی ہوں سرتاپا اسلام کے نمائندہ اور اس کی تعلیمات کے پابند ہوں۔ گھر میں ہوں یا بازار میں، مسجد میں ہوں یا کاروبار میں، ہر جگہ ان میں یہ احساس موجود رہے کہ وہ مسلمان ہیں اور انہیں اپنے ہر عمل و حرکت کا خدا کے، دوبرو حساب دینا ہے۔

۸۔ اپریل بروز جمعہ ۱۸ اپریل ۱۹۷۳ء کو جلسہ دعا جوہ بجے صبح سے ۱۱ بجے دوپہر تک جاری رہا۔ شرکاء کی تعداد ۳ سو سے زائد تھی۔ اس کی ابتداء امیر جماعت کی حسب ذیل اقتصادی تقریر سے ہوئی:

حمد و ثناء کے بعد فرمایا: حضرات! ہماری اس جماعت کا جو کچھ مقصد ہے اس کو بیان کرنے کے لیے دوسرے مقامات کے لیے تو ممکن ہے کسی لمبی چوڑی تقریر کی ضرورت ہو لیکن ٹونک کے لوگوں کے سامنے اسے بیان کرنے کے لیے کسی لمبی تقریر کی ضرورت نہیں۔ یہاں تو یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ہمارا مقصد وہی ہے جس کے لیے حضرت سید احمد شہید کھڑے ہوئے تھے۔ یہ مقام وہی ہے جہاں حضرت ممدوح نے اپنے کام کی تیاری کی اور پھر یہی وہ مقام ہے جہاں ان کے لٹے ہوئے قافلے نے آکر پہنچا لی۔ اگرچہ اس واقعہ کو سو سال ہو گئے ہیں لیکن ان بزرگوں کے آثار ابھی تک یہاں موجود ہیں اور ان کے کارناموں کی داستانیں بھی بہت سے ذہنوں میں اب تک موجود

اور باقی ہوں گی۔ اگرچہ ہماری شخصیتوں کا ان کی شخصیتوں سے کوئی مقابلہ نہیں۔ وہ پاک نفوس تارین کے اور ارق میں اپنی سیرت اور کام کے وہ نقوش چھوڑ گئے کہ دنیا میں ایک مرتبہ پھر صحابہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ ہمیں ان سے کیا نسبت؟ لیکن ہماری کوشش اور خواہش یہی ہے کہ اسی کام کو جو انھوں نے کیا اور جس کے لیے انھوں نے اپنا سب کچھ لٹا دیا اور جسے کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے، اپنی قدرت کے مطابق کرنے کی کوشش کریں۔ اسی مقصد کے لیے ہماری یہ جماعت قائم ہوئی ہے اور اسی کام میں اپنے ساتھیوں کا جائزہ لینے اور نئے ہمراہیوں کی تلاش میں ہم یہاں آپ کے شہر میں آئے ہیں۔ ہمارے اجتماعات کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ اپنے کام کا اشتہار دیا جائے بلکہ یہ کہ اپنے کارکنوں کو وقتاً فوقتاً جمع کر کے ان کے کام کا جائزہ لیں، کوتاہیوں کو معلوم کر کے ان کو دور کرنے کی کوشش کریں اور آئندہ کام کا نقشہ بنالیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ مقصد بھی ہوتا ہے کہ مقامی لوگوں کو اپنے کام سے واقف کرائیں تاکہ اللہ کے جو بندے اس کام کو کرنا چاہتے ہوں وہ ہمارے کام کو دیکھیں اور سمجھیں اور اگر ان کا دل گواہی دے اور مطمئن ہو تو ہمارا ساتھ دیں۔

کل سارا دن ہم اپنے جماعتی اور انتظامی کاموں میں مشغول رہے۔ آج آپ حضرات کو تکلیف دی ہے کہ آپ بھی ہمارے کام کو معلوم کریں۔ میں زیادہ کچھ کہنے سے معذور ہوں کیونکہ میں بیمار اور بہت نحیف ہیں اور محض احساس فرض اور ضرورت کی وجہ سے اس حال میں یہاں تک آ گیا ہوں۔ جو کچھ مجھے کہنا ہے وہ انشاء اللہ شام کے اجلاس میں عرض کروں گا۔ اب آپ ہماری جماعت کے قیمہ سے جماعت کے سال بھر کے کام کی رپورٹ سنئے۔

اس کے بعد قیمہ جماعت نے جماعت کی سالانہ رپورٹ پیش کی جو درج ذیل ہے:

روادو جماعت اسلامی ۴۵-۴۶

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم وعلى آله وصحبه
اجمعين۔ امیر جماعت، رفقاء محترم، بہنوں اور بھائیو! میں آپ کی خدمت میں اس وقت آئیے

حاضر ہوا ہوں کہ جماعت اسلامی کی گزشتہ سال کی روداد آپ کے سامنے پیش کروں۔ لیکن ہم نے اس اجتماع میں اپنے ارکان اور قریبی ہمدردوں کے علاوہ اپنے ان مسلم و غیر مسلم بھائیوں کو بھی شرکت کی دعوت دی ہے جو ابھی ہم سے پوری طرح واقف نہیں ہیں مگر ہمارے کام کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کی خواہش رکھتے ہیں، اور ایسے بہت سے احباب تشریف لائے بھی ہیں، اس لیے یہ ضروری ہے کہ روداد جماعت پیش کرنے سے پہلے میں جماعت کی دعوت اور مقصد کو بھی مختصر الفاظ میں بیان کر دوں تاکہ نئے احباب کو بھی اس اجتماع کی کارروائی سمجھنے اور ہمارے پیش نظر کام کو جاننے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملے۔

جماعت اسلامی کی دعوت اور مقصد | سائنس، جدید وسائل تمدن اور موجودہ ذرائع آمدورفت نے دنیا

کے مختلف ممالک کو ایک دوسرے سے اتنا قریب کر دیا ہے اور آپس میں اس طرح مل دیا ہے کہ وہ تمام جزا قیائی اور قدرتی حد بندیاں ختم ہو گئی ہیں جو اب تک مختلف ممالک اور ان میں بسنے والی قوموں کو ایک دوسرے سے الگ کیے ہوئے تھیں۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ یہ پورا کرہ ارض یعنی زمین، ایک ملک بن گیا ہے اور وہ قطعات جن کو ہم پہلے الگ الگ ممالک خیال کرتے تھے اس نئے ملک کے صوبے یا ضلع ہیں۔ زیادہ تمدن ممالک تو ایک دوسرے کے اس قدر قریب ہو گئے ہیں کہ ویسا قرب اور آپس کا میل جول گزشتہ زمانے کے تمدن سے تمدن ممالک کے مختلف اضلاع کیا ان کے اضلاع کی مختلف تحصیلوں میں بھی نہیں پایا جاتا تھا، اور نسبتاً غیر تمدن ممالک کے اکثر حصوں میں اب بھی نہیں پایا جاتا۔ مختلف ملکوں اور قوموں کے لوگ ضرورت کے وقت ایک جگہ اس طرح جمع ہو جاتے ہیں جس طرح ایک محلے میں بسنے والے لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل کر باہر گلی میں جمع ہو جاتے ہیں۔

اس تمدنی اور علمی ترقی اور آپس کے میل ملاپ کا قدرتی نتیجہ تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ ملکوں اور ملکوں میں اور قوموں اور قوموں میں محبت، برادرانہ برتاؤ، خیر خواہی اور تعاون کے جذبات زیادہ سے زیادہ پیدا ہوتے اور اخلاق و انسانیت دوسرے تمام حیوانی جذبات پر غالب آ جاتے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے بالکل برعکس مختلف ممالک اور قومیں ایک دوسرے کو بھاڑ کھانے اور

لیا بیٹ کرنے پر اس طرح تے ہوئے ہیں گویا کہ وہ بھوکے بھیڑیے ہیں جن کو جبراً دنیا فی مد بند یوں کی آہنی سلاخوں نے اس دنیا کے چڑیا گھر کے انگ انگ حصوں میں بند کر رکھا تھا اور اب ان سلاخوں کے ٹوٹے ہی وہ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے ہیں۔

اس صورت حال کو دیکھ کر تمام ہوشمند اور نبی نوع انسان کے بچے خیر خواہ لوگوں کو لازماً سوچنا چاہیے اور جگہ جگہ وہ سوچ بھی رہے ہیں کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ اور اس کی کیا وجہ ہے کہ قوم ہو یا فرد، جو جس قدر زیادہ تمدن، ترقی یافتہ اور ظاہر میں دیوتا صورت نظر آتا ہے وہ اسی قدر زیادہ انسانی اوصاف سے خالی اور اپنے ہم جنسوں کے لیے کتوں سے زیادہ خطرناک اور وحشی و درندہ ثابت ہو رہا ہے۔ ان کے نفسی کارناموں، اجتماعی پروگراموں اور اندرونی اور بیرونی پالیسیوں کو دیکھ کر گمان ہونے لگتا ہے کہ شاید کل جنگلی چیتے اور خونخوار درندے ہیں جو ابھی ابھی پوشاکیں پہن کر وسائل تمدن اور حکومت کی گد بوں پر قابض ہو گئے ہیں۔

اس عالمگیر خرابی اور انسانی روگ کی جڑ تلاش کرنے کے لیے آپ تھوڑا سا غور فرمائیں گے تو آپ کو یہ صاف طور پر معلوم ہو جائے گا کہ یہ سارا فساد ان غلط افکار و نظریات اور اس بے خدا فلسفہ زندگی کا لایا ہوا ہے جو اس وقت پوری دنیا میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک ایک وبا کی طرح پھیل گئے ہیں اور جن کو ہر قوم اور ہر ملک کے لیڈروں اور ان کے نظماہائے تعلیم و تربیت نے دانستہ یا نادانستہ اپنی اپنی قوموں اور ملکوں میں پلنگ کے جراثیموں کی طرح پھیلا دیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے مشرق و مغرب کے سب ممالک ایک اخلاقی پلنگ میں مبتلا ہو گئے ہیں کہیں اس کی گلیاں "قوم پرستی" کی شکل میں نکل آئی ہیں، کہیں انھوں نے "وطن پرستی" کی صورت اختیار کی ہے، کہیں "نسلی امتیازات" بن کر باہر آئی ہیں اور کہیں "طبقاتی نزاع" کے جنون کا بخار بن کر۔ جراثیم اپنا اثر ہر حال ہر جگہ کر چکا ہے۔ کچھ قوموں اور ملکوں کی موت واقع ہو چکی ہے اور ان کی سٹری ہوئی لاشیں بقیہ کی اخلاقی صحت کو اور بھی خطرے میں ڈال رہی ہیں، کچھ ملک الموت کے انتظار میں بستر مرگ پر پڑی کر رہی ہیں، اپنے اطباء، معالجوں اور بوجھ بھگڑوں کو بار بار

بلاتی ہیں، ان سے مشورے پر مشورہ لیتی ہیں لیکن روگ ایسا لگا ہے کہ جسم و جان کو کھائے جا رہا ہے اور معالج ایسے ملے ہیں کہ ان کی ہر تدبیر الٹی اور ہر علاج مخالف پڑ رہا ہے۔

راج الوقت افکار و نظریات اور فلسفہ زندگی نے قوموں کو قوم پرستی کا، ملکوں کو وطن پرستی کا اور مختلف نسلوں کو نسل پرستی کا درس دیا تھا اور ان کے ہاں ان اساسات اجتماع کے علاوہ کسی دوسری اساس کا تصور موجود بھی نہیں تھا۔ چنانچہ جو قومیں ایک نسل سے تعلق رکھتی تھیں انھوں نے اپنے نسلی امتیازات کی بنیادوں پر جن میں نسلی اشتراک نہیں تھا انھوں نے قومیت کی بنا پر اور ممالک نے وطنیت کی اساس پر اپنی جیتے بندیاں شروع کر دیں اور دنیا کے مختلف ممالک اور قوموں میں بالکل متعارض اور الگ الگ جماعتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔

ظاہر ہے کہ جب وقت اور فاصلے پر فتح پالینے کے بعد دنیا کے مختلف ممالک متصل اصطلاح کی طرح آپس میں مل گئے ہوں اور پھر ان میں بسنے والی مختلف قومیں اپنے نسلی امتیازات یا نری وطنیت و قومیت کی بنا پر اپنے الگ الگ جتے اس طرح بنائے ہوئے ہوں کہ ان کے سامنے کوئی مشترک لائحہ عمل اور مقصد زندگی سرے سے ہو ہی نہیں اور ان کو آپس میں ملا کر کھنے والی کوئی چیز بجز قومی یا ملکی فائدے اور ڈر کے باقی ہی نہ رہی ہو تو ان کا ایک دوسرے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے برسر پیکار رہنا ناگزیر ہے۔ کیونکہ ”قوم پرستی“ اور ”وطن پرستی“ کا تو نظری تقاضا ہی ہے کہ اپنی قوم اور اپنا وطن خواہ حق پر ہو یا باطل پر ہر حال میں ان کا ساتھ دیا جائے، قوم کا ایک ایک فرد اور پوری قوم ہمیشہ مجموعی اپنی قوم اور ملک کے فائدے کے ہر کام کو کرنے اور ان کے نقصان کے ہر کام کو روکنے کے لیے اپنی تمام قوتیں صرف کر دے بلحاظ اس کے کہ دوسری قوموں یا ملکوں کو اس سے کتنا ہی بڑا نقصان پہنچا ہو ان کے نزدیک کسی چیز یا کام کے جائز یا ناجائز اور حق یا باطل ہونے کا معیار ہی یہ قرار پا جائے کہ یہ ان کی قوم اور ملک کے لیے فائدہ مند ہے یا نقصان اور ان کا یہ پہلو سرے سے قابل غور ہی نہ رہے کہ اس کا دوسروں پر کیا اثر پڑتا ہے۔

اس بارے میں تو اب تقریباً کہیں بھی دورائیں نہیں باقی جاتیں کہ یہ موجودہ عالمگیر فساد

جس نے مشرق سے لے کر مغرب تک پوری دنیا کو اپنی پسیٹ میں لے لیا ہے۔ رائج الوقت افکار و نظریات کے تحت "قومیت"، "وطنیت" اور "نسلی امتیازات" کے بے خدا فلسفہ ہائے زندگی کا پیدائش ہے۔ یہاں تک کہ جن لوگوں اور قوموں نے ان افکار و نظریات کے شجر جیٹ کو بویا اور اپنے خون اور پسینے سے اس کی آبیاری کر کر کے اسے اس قدر بار آور کیا تھا کہ اس کی جڑیں تمام دنیا میں پھیل گئیں وہ خود اب ان کے ہاتھوں اس قدر عاجز آگئے ہیں کہ ان کے مفکر اور فلسفی "قومیت" اور "وطنیت" ہی کے خلاف نہیں "حب الوطنی" کے جانبے کے خلاف ہی دہائی دے رہے ہیں کہ یہ جذبہ کتنا ہی چھٹا سی لیکن نری حب الوطنی کافی نہیں، انسان کو اس سے کہیں زیادہ حسن اخلاق اور عقل کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔ موجودہ تمدنی وسائل کی تباہ کاریوں کو دیکھ کر تو نرے علم کے بھی قائل نہیں رہے بلکہ یہ کہنے لگے ہیں کہ انسان نے فطرت کا علم بہت کچھ حاصل کر لیا لیکن اسے خود انسان اور ان سے پوری آگاہی نہیں ہوئی جس سے وہ خود اپنے نفس پر قابو پا سکتا کیونکہ انسان کو اتنی علم کی ضرورت نہیں جتنی دماغی اور نیک حیاتی کی۔

روس نے قومیت اور وطنیت سے ایک قدم آگے بڑھا کر تمام قوموں کے مزدوروں کو ملکہ ایک عالمگیر تحریک کی داغ بیل ڈالی لیکن قطع نظر اس کے کہ وہ اپنے امپریروپ میں چند سال بھی نہ چل سکی اور فوراً ہی اس نے روسی قوم پرستی کا رنگ اختیار کر لیا، اگر فرض محال یہ تحریک اپنے اصولوں کے مطابق سو فی صدی کامیاب ہو بھی جاتی تو علاوہ اس کے کہ یہ انسانی فطرت اور اس کے بنیادی تقاضوں کے بالکل خلاف ہوتی، یہ "قومیت" اور "وطنیت" کے فتنوں سے کہیں بڑا فتنہ کھڑا کر دیتی کیونکہ یہ بھی دنیا کے بہر حال ایک مخصوص طبقہ کے لوگوں ہی کی فلاح و بہبود کو اپنا نصب العین بنا کر اٹھی تھی۔ چنانچہ اس تحریک کی مختصر تاریخ جو ہمارے سامنے ہے "قومیت" اور "وطنیت" کی تاریخوں سے بھی کہیں زیادہ خوں چکاں اور وحشتناک ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر "قومیت" اور "وطنیت" اور "اشتراکیت" جو ان وقت دنیا کی مہذب ترین اور متمدن ترین قوموں کے مذاہب اور دینوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کو

انہوں نے ہزار ہا سالوں کے تجربے اور اب سے پہلے کے تمام اجتماعی اور سیاسی نظاموں کو رد کر کے اختیار کیا تھا۔ انسانی زندگی کے مسائل کو حل نہیں کرتے اور حالات و واقعات اور ہمارے عملی تجربات بھی یہ شہادت دے رہے ہیں کہ یہ نظام ہائے زندگی سابقہ نظاموں (مثلاً قبائلی سسٹم، فیوڈل سسٹم، بادشاہت اور ارسٹوکریسی وغیرہ) کے کسی طرح بھی کم شراٹیکز نہیں تو صحیح راہ عمل کیا ہے؟

یہی مسئلہ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ ہے اور اسی نے دنیا کے سب سے بڑے دماغوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ کہیں مختلف ممالک اور قوموں کو ملا کر وفاق کی شکلیں سوچی جا رہی ہیں، کہیں دولت متحدہ (Commonwealth) کی صورت تجویز کی جا رہی ہے، کہیں مختلف قوموں کو اکٹھا کر کے جمعیت اقوام منظم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور کوئی ایشیاٹک کانفرنس کا ڈھونگ رچا کر مصنوعی امن کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے لیکن امن عالمگیر کی گتھی ہے کہ سلجھاؤ کی ہر کوشش کے ساتھ اور ابھی چلی جا رہی ہے۔

ظاہر ہے کہ ملکوں کی طرح پوری دنیا میں امن قائم کرنے کا بھی ایک اور صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ :

(۱) اس میں چلنے والے الگ الگ سیاسی نظاموں اور اجتماعی تحریکوں کو ختم کر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہی نظام قائم ہو اور

(۲) اس میں بننے والے تمام افراد اور قوموں کے ذہنوں سے ان کے ایک دوسرے سے الگ مستقل تشخص (Entities) کے تصور کو نکال کر یہ عقیدہ ان کے دماغوں میں پیوست کر دیا جائے کہ وہ سب دراصل ایک ہی کہنے کے افراد ہیں جو مدتوں ایک دوسرے سے دور رہتے رہتے بیگانے بن گئے ہیں۔

اب یہ امر بھی کسی دلیل کا محتاج نہیں کہ جس طرح اجتماعی امن اور سیاسی نظام کا قیام آپس میں لازم و ملزوم ہیں اسی طرح سیاسی نظام اور صلۂ متعلقہ کے رہنے والے سب لوگوں کا نہیں تو ان کی غالب اکثریت کا کسی ایک اقتدار کے سامنے اطاعت میں جھک جانا لازم و ملزوم ہیں یعنی

جب تک کسی ملک یا حلقے کے سب لوگ یا کم سے کم ان کی غالب اکثریت کسی ایک اقتدار کے آگے سرطاعت ختم نہ کر دیں کسی سیاسی نظام کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک یہ صورت قائم رہتی ہے نظم اور امن قائم رہتا ہے اور جب یہ صورت ختم یا اس میں کوئی کمزوری واقع ہو جاتی ہے اسی تناسب سے بد امنی کی شکل رونما ہونی شروع ہو جاتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اگر پوری دنیا میں امن قائم کرنے کی تمنا ہے (اور اب مختلف ممالک کے آپس میں مل جانے سے کسی ایک ملک میں الگ امن قائم کرنے کا امکان بھی نہیں رہا) تو ناگزیر ہے کہ کسی ایسے ذی اقتدار فرماؤ کی تلاش و تعین کی جائے :-

(۱) جس کا اقتدار مستقل اور غیر مختتم ہونے کے ساتھ ساتھ نہ صرف پوری دنیا پر محیط ہو سکے بلکہ اسے دنیا کی تمام قوموں پر حکومت کرنے کا کافی الواقع حق حاصل ہو۔

(۲) جس کے سامنے کسی شخص، قوم، ملک یا طبقہ کے لوگوں کو بھی جھکنے میں عار نہ ہو۔

(۳) جو خود تمام عیوب سے پاک اور تمام کمزوریوں سے بالاتر ہو۔

(۴) جس کا سلوک تمام بنی نوع انسان کے ساتھ یکساں مریدانہ اور تمام انسانوں کا تعلق اس سے

یکساں رعیتانہ ہو۔

(۵) جو خود اپنی ذات میں ایسا صاحب قوت و جبروت ہو کہ کسی بڑے سے بڑے ملک، گروہ یا قوم کے لوگوں کو اور پوری دنیا کے لوگوں کو مل کر بھی اس کے سامنے دم مارنے کا یا رانہ ہو بلکہ وہ پوری پوری قوموں اور پوری دنیا سے بیک وقت باز پرس کرنے، حقداروں کو ان کے پورے پورے حقوق دلوانے اور مجرموں کو ان کے جرائم کی پوری پوری سزا دینے پر قدرت رکھتا ہو اور کوئی شخص کسی حال میں اس کی گرفت سے نہ بچ سکتا ہو۔

(۶) جو انسانوں کی فطرت، ان کی نفسیات، ان کے جذبات، ان کی ضروریات، ان کی خفیہ اور ظاہر قوتوں اور کمزوریوں ہی کا نہیں بلکہ اس کائنات میں کارفرما ساری قوتوں کا بھی ٹھیک ٹھیک علم رکھتا ہو اور جس کی نظر پوری انسانی دنیا اور ان کے ماضی و حال، مستقبل سب پر عادی ہو تاکہ وہ

انسانی زندگی کے ایسے اصول اور ضابطے بنا سکے جو تمام ملکوں اور قوموں اور طبقتوں کی دستوں اور کمزوریوں اور فلاح و بہبود کا کیساں لگا کر تے ہوں۔

(۷۷) جو ایسا مسیح و بصیر اور علیم و خیر ہو کہ اس کے علم سے کوئی چیز باہر اور اس کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہ رہ سکتی ہو اور آخری بات یہ کہ

(۷۸) جس کی شان اس قدر بلند ہو کہ اس کا مقابل اور ہمسرہ کوئی دوسرا ہو اور نہ ہو سکتا ہو۔

اپنے مطلوب عالمگیر فرائز و ان صفات کو ذہن میں رکھ کر جب ہم اس زمین پر فرائز و ان کے مختلف و عویداروں کا جائزہ لیتے ہیں تو بالکل باہمی النظر میں یہ چیز متیقن ہو جاتی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ان صفات کا شاہد بھی اپنے اندر نہیں رکھتا اور ادھر یہ حقیقت بھی اپنی جگہ اٹل اور قائم ہے کہ مذکورہ صفات کے فرائز و ان کے علاوہ کسی دوسرے فرائز و ان کی اطاعت کے لیے دنیا کی سب قومیں کیا ان میں سے چند بھی برضا و رغبت تیار نہیں ہو سکتیں کیونکہ آخر کیا وجہ ہے کہ

ایک شخص اپنے ہی جیسے گوشت پرست کے دوسرے انسان کے سامنے

ایک قوم اپنی ہی جیسی ایک دوسری قوم کے سامنے

ایک ملک اپنے ہی جیسے ایک دوسرے ملک کے سامنے اور

ایک طبقہ اپنے ہی جیسے ایک دوسرے طبقہ کے سامنے سر جھکائے۔

ہاں یہ ہو سکتا ہے اور ہو رہا ہے کہ ایک جماعت یا ایک قوم کچھ عرصے کے لیے دوسری جماعت یا قوم پر اپنا غلبہ یا رعب جمائے لیکن یہ غلبہ مستقلاً رہ سکتا ہے اور زیر رعب زیادہ دنوں تک چل سکتا ہے۔

اب جب ہم اس مطلوب عالمگیر فرائز و ان پران عربی "الاعلیٰ" کی تلاش میں اپنے گرد و پیش اور بین و سامان میں پھرتے ہوئی زندگی بے حد و حساب مخلوق پر نظر ڈالتے ہیں تو دو حقیقتیں ہمارے سامنے فوراً ہی نمایاں ہو کر آ جاتی ہیں کہ :-

(۷۹) اس کائنات کے خالق نے جو ضرورت اور جس چیز کی طلب بھی انسان کے اندر رکھی ہے اسے پورا کرنے کا کمال درجے کا انتظام اس کائنات میں کر دیا ہے، اگر انسان کے اندر بھوک اور پیاس

رکھی ہے تو پوری زمین پر کھانے پینے کی لاتعداد اور انواع و اقسام کی چیزوں کا وسیع دسترخوان بچھا دیا ہے۔ اگر اسے بقا و زندگی کے لیے ہوا کی ضرورت ہے تو زمین کے گوشے گوشے میں پہاڑوں کی غاروں سے لے کر اس کی بلند ترین پرواز سے بھی اوپر تک فضا کو اس سے بھر دیا ہے۔ اگر اسے قوت گویائی دی ہے تو اس کے سامنے ان گنت موضوعات بیان گفتگو رکھ دیے ہیں، اگر اسے عقل و دماغ سے نوازا ہے تو اسے اتنے وسیع اور بے شمار مسائل زندگی سے دوچار کر دیا ہے کہ قیامت تک اسے عمل کرتا پلٹا جائے اور وہ ختم نہ ہوں۔ المختصر یہ کہ جس طرف اور جس حد تک بھی آپ نظر ڈرائیں کہیں کوئی کمی یا بھول دکھائی نہیں دیتی۔

(۲) دوسری چیز جو اس سے بھی زیادہ نمایاں اور کھلی ہوئی ہے وہ یہ کہ یہ پوری کائنات اور اس کا ایک ایک ذرہ کسی زبردست اور صاحب قوت و جبروت فرمانروا کے قوانین اور ضابطوں میں کسا ہوا ہے اور ان میں سے کسی شے کو بھی اس کے حکم کے خلاف سہر مو حرکت و سربانی کا یا را نہیں۔ سورج، چاند، زمین اور دوسرے سب اجرام فلکی، آگ، پانی، ہوا، جلاوت، نباتات اور حیوانات پیدائش، صحت، بیماری اور موت، عزت و ذلت، رزق اور دوسرے وسائل کی کمی بیشی، دیکھنے سننے، پہننے کی دوسری جو قوتیں انسان اور اس کائنات میں کام کر رہی ہیں یہ آزاد و خود مختار نہیں بلکہ صریح طور پر کسی کے حکم کے تابع اور کسی کے قانون کی پابند نظر آتی ہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک مفصل لائحہ عمل، ایک متعین مقصد و پروگرام اور ایک اہل مجموعہ قوانین موجود ہے۔ اس کائنات میں کارفرما ہی وہ قوانین و ضوابط ہیں جن کے لیے سائنس والوں نے خدا کے انکار یا اس سے انحراف کے بعد ”قوانین قدرت“ یا Laws of Nature کا نام تجویز کیا ہے، اور جنہیں دین اسلام نے اپنی اصطلاح میں ”آیات الہی“ یا ”خدا کی نشانیاں“ کہا ہے کیونکہ انسان اگر چاہے تو ان کی مدد سے اپنی اور اس کائنات کی حقیقت کی طرف رہنمائی حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اسے فی الواقع تلاش حق کی لگن ہو۔

مذکورہ بالا دو حقیقتوں کو سامنے رکھ کر جب ہم انسانی زندگی پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ

جہاں اس پوری کائنات اور خود انسان کی طبعی زندگی کے لیے ایک عالمگیر فرمانروا موجود ہے، اور اس کے عالمگیر ضوابط پورے قمر و غلبہ کے ساتھ ہر جگہ نافذ ہیں اور انسان کی ہر ضرورت اور ہر طلب کا بہت وافر سامان کیا گیا ہے وہاں انسان کی زندگی کے اختیاری حصہ یعنی اس کی اجتماعی، اخلاقی اور سیاسی زندگی کے لیے نہ بظاہر کوئی عالمگیر فرمانروا ہے، نہ عالمگیر ضابطہ اور نہ اس کی طبعی ضرورتوں سے بھی زیادہ اہم تر اس کی اس ضرورت کا کوئی سامان کیا گیا ہے۔ افراد سے لے کر اقوام و ممالک تک ہر ایک، جو راستہ اور جو ضابطہ زندگی چاہیں گھڑا اور اختیار کر لینے کے لیے آزاد ہیں اور انہوں نے ایسا ہی کر بھی رکھا ہے۔ لیکن اس کائنات کے مزاج اور اس کے بنانے والے کی عمومی سکیم کو دیکھتے ہوئے یہ صورت حال فطرت کے بالکل خلاف اور نظام عالم سے بالکل بے جوڑ معلوم ہوتی ہے کہ انسان کی ہر چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کا لحاظ رکھنے والے نے اس کی اس اہم ترین ضرورت ہی کا خیال نہ رکھا ہو اور اسے سے لے کر سورج تک اور جہتوں سے لے کر ہاتھی تک ہر ایک کے لیے مکمل نظام زندگی مقرر کرنے والے نے انسانی زندگی کے اس اہم ترین حصہ ہی کے لیے کوئی قانون و ضابطہ دینا یا ہو۔ عقل، ضمیر، وجدان، مشاہدہ کائنات، اور علوم طبعی کے پورے ذخیرے یعنی سارے سائنٹیفک علوم کا دوٹو اس تصور کے بھی خلاف ہے اور وہ سب ایک زبان ہو کر کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ انسان کی اجتماعی اور سیاسی زندگی کے لیے بھی ویسا ہی ایک عالمگیر فرمانروا اور ایک عالمگیر ضابطہ ہونا چاہیے جیسا کہ اس کائنات اور خود انسانوں کی طبعی زندگی کے لیے موجود ہے یہ ہے وہ مقام جہاں تک کھلے دل اور کھلی آنکھوں اور غیر متعصب ذہن کا ہر انسان اپنے ہوش و گوش سے کام لے کر پہنچ جاتا ہے۔ اب اس مقام پر کھڑے ہو کر جب ہم شروع سے لے کر اب تک کی انسانی تاریخ اور واقعات عالم پر نگاہ ڈالتے ہیں تو دو چار نہیں، دو چار سو نہیں، دو ہزار نہیں لاکھوں کی تعداد میں انسانوں کا ایک ایسا گروہ ہمارے سامنے آتا ہے جو سب کا سب بہترین سیرت و اخلاق کا حامل، ذہنی و اخلاقی اعتبار سے اپنے اپنے زمانے کی سوسائٹی میں سب سے ممتاز، دوست و دشمن کا یکساں مستحق ہے۔ جس میں کے ایک ایک فرد کے بدترین دشمنوں نے

ہمیشہ ان کی لغزشوں کی جستجو کرنی چاہی لیکن کہیں ایک جگہ بھی انگلی نہ رکھ سکے۔ اور پھر یہ کسی ایک قوم کے نہیں، ایک ملک کے نہیں، ایک طبقے کے نہیں، ایک زمانے کے نہیں بلکہ سب کے سب مختلف قوموں کے، مختلف ممالک کے، مختلف طبقات کے، اور مختلف زمانوں کے گ ہیں مگر سب کے سب ایک زبان ہو کر اپنی اپنی قوموں، ملکوں، طبقوں اور زمانوں کے لوگوں سے یہ ایک ہی بات کہتے ہیں کہ جس چیز کا تمہاری عقل، ضمیر، وجدان اور تمہارے علوم طبعی تقاضا کرتے ہیں واقعہ میں بھی ویسا ہی ہے۔ اس کائنات اور خود تمہاری زندگی کے طبعی حصے میں جس طرح ایک عالمگیر فرمانروا ہے اسی طرح تمہاری اجتماعی، اخلاقی اور سیاسی زندگی کے لیے بھی ایک ہی فرمانروا ہے اور وہ وہی ہے جس نے اس کائنات اور اس کی ہر چیز کو خلق کیا ہے، جس کا قانون اور حکم اس پورے کارخانہ عالم میں پوری قوت سے کارفرما ہے، جس کے تم اپنی ایک ایک ضرورت کے لیے محتاج ہو، جس کے ہاتھ میں تمہاری زندگی، تمہاری موت، تمہاری صحت و تندرستی، تمہاری ترقی، تمہارا تنزل، تمہارا رزق اور تمہاری زلیلت کے سارے سامان ہیں۔ وہی تمہارا اور اس ساری کائنات کا حقیقی حاکم اور اصل فرمانروا ہے، تمہارے لیے لازم ہے کہ اپنی زندگی کے اختیاری حصے میں بھی اس کی اطاعت و فرمانبرداری اسی طرح کرو جس طرح طبعی دنیا میں چارونا جا کر رہے ہو۔

اب اس خالق اور مدبر کائنات کو عالمگیر فرمانروا کی ان صفات کی روشنی میں دیکھیے جواب نے اوپر متعین کیے ہیں۔

وہ قائم بالذات ہے، اس کا اقتدار مستقل، غیر مختتم اور محیط کل ہے۔ اسے جس طرح اس زمین، آسمان کی دوسری چیزوں پر حکومت و فرمانروائی کا حق حاصل ہے اسی طرح اسے تمام نئی نوع انسان، ہر انسان کی بھی پورا پورا حق حاصل ہے کیونکہ اسی نے ہمیں خلق کیا، اسی کی زمین پر ہم رہتے ہیں، اسی کا دیا رزق کھاتے ہیں، اسی کا پیتے اور کھاتے ہیں، اسی کی ہوا میں سانس لیتے ہیں، اپنی ایک ایک ضرورت و احتیاج کے لیے اسی کے محتاج ہیں، یہ آنکھ، کان، ناک، زبان، دل، دماغ اور ہمارے جسم اور اس کائنات کا ایک ایک ذرہ اسی کی ملک اور اسی کے حکم کے تابع ہے، جب تک